اسلامی قانونِ شہادت کا اجمالی خاکہ

ڈاکٹر شمیم روشن آرا ر - ایم اے - پی ایچ ڈی

شہادت کے لغوی معنی:

شہادت لغت میں کسی چیز کی صحت کے بارے میں ایسی خبر کو کہتے ہیں جو مشاہدہ اور معائنہ سے حاصل ہو[1]

لغات میں شہادت کا مطلب "خبر قاطع" بیان کیا گیا ہے[2]

شہادت کی تعریف:

عن ابن عباس انه قال سئل رسول الله صلی الله علیه وسلم عن الشهادة قال " هل ترى الشمس ؟ قال " نعم " قال علی مثلها فاشهد[3]

ترجمہ: حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے شہادت کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپؐ نے فرمایا کیا تم سورج کو دیکھ رہے ہو، سائل نے جواب دیا "جی ہاں" تب آپؐ نے ارشاد فرمایا اس طرح کسی واقعہ کو دیکھ لے تو شہادت دے

البستانی نے دائرۃ المعارف میں شہادت کے بارے میں لکھا ہے:

---

[1] غازی احمد، کتاب الشہادت من الہدایۃ (اردو ترجمہ) ص ۱ (لیگ روڈ لاہور)

[2] البستانی، دائرۃ المعارف، ج ۱۰ (تہران) ص ۶۰۹، ابن منظور، لسان العرب، ج ۳ (دار صادر بیروت) ص ۲۳۹، محمد مرتضیٰ الزبیدی، تاج العروس، ج ۲ (بیروت) ص ۳۹۱۔

[3] المقدسی محمد بن احمد بن قدامہ، الشرح الکبیر علی ہامشہ، المغنی ج ۱۲ مصر ۱۳۴۲) ص ۷ .

"وعند الفقهاء اخبار بحق للغير علی اٰخر عن یقین فی مجلس القاضی"[1]

ترجمہ: فقہاء کے نزدیک کسی شخص کا قاضی کی عدالت میں یقین کے ساتھ کسی دوسرے شخص کے متعلق خبر دینا۔

امام راغب نے شہادت کی بابت بیان فرمایا ہے:

"وہ بات جو کامل علم ویقین سے کہی جائے خواہ وہ علم مشاہدہ بصر سے ہوا ہو یا بصیرت سے"[2]

اردو دائرہ معارف اسلامیہ کے مطابق

"اس سے مراد وہ بیان ہوتا ہے جو اس علم کی بنا پر ہو جو مشاہدہ بصیرت یا مشاہدہ بصر کے ذریعہ حاصل ہوا ہو"[3]

Encyclopedia of American میں "شہادت" کی تعریف ان الفاظ میں بیان ہوئی ہے

Evidence is at one and the sometime 1. Proof 2. Facts capable of introduction in a tribunal, and 3. that body of rules by which testimony is admitted or rejected.

V.10, P.730

پاکستان کے Evidence Act 1872 میں "شہادت" کی وضاحت اس طرح کی گئی ہے۔

---

[1] البستانی، دائرہ المعارف، ج ۱۰ : ص ۶۰۹۔

[2] اردو دائرہ معارف اسلامیہ، ج ۱۱ (پنجاب یونیورسٹی لاہور) ص ۸۱۶۔

[3] اردو دائرہ معارف اسلامیہ، ج ۱۱ - ص ۸۱۶۔

Evidence means and includes -

(i) Oral evidence i.e. all statements which the court permits or requires to be made before it by witnesses, in relation to matters of fact under inquiry.

(ii) Documentary evidence i.e. all documents produced for the inspection of the court.

ان تعریفات پر نظر ڈال کر مندرجہ ذیل نکات سامنے آتے ہیں ۔

۱۔ کسی شخص کا واقعہ کو اس طرح دیکھ لینا جس طرح سورج کو دیکھتے ہو ۔

۲۔ شہادت کامل یقین کے ساتھ دی جائے چاہے وہ بصارت سے حاصل ہو یا بصیرت سے ۔

۳۔ شہادت ثبوت، حقائق اور ان قاعدوں کو کہتے ہیں جن کی بنا پر کوئی فیصلہ کسی کے حق میں یا اس کے خلاف ہو جاتا ہے ۔

۴۔ شہادت زبانی شہادت، دستاویز، کسی ایسے آلہ جس سے قتل کیا جائے یا گواہوں کے بیان پر مبنی ہوتی ہے ۔

۵۔ پاکستان کے قانون شہادت کے مطابق تمام زبانی بیانات جن کی اجازت عدالت گواہوں کو دے ۔ ان بیانات کا تعلق واقعہ کے حقائق سے ہونا چاہیے یا وہ دستاویزی شہادتیں جو عدالت کے معائنہ کے لیے پیش کی جاتی ہیں ۔

شہادت کی فقہی تعریف

ابن نجیم نے شہادت کی تعریف ان الفاظ میں بیان کی ہے ۔

The Evidence Act, 1872, Summary, P.iii

"اخبار عن مشاهدۃ وعیان لاعن تخمین وحسبان"[1]

ترجمہ: شہادت کسی واقعہ کے بارے میں اپنے مشاہدہ اور دید کے مطابق خبر بیان کرنے کو کہتے ہیں نہ کہ خیالات ونظریات کے مطابق۔

المجلۃ الاحکام العدلیہ میں شہادت کی فقہی تعریف ان الفاظ میں بیان کی گئی ہے۔

یلزم ان یکون الشهود قد عاینت بالذات المشهود به وان یشهد واعلی ذلك الوجه ولا یجوز ان یشهد بالسماع[2]

اصطلاح فقہ میں شہادت کی تعریف یہ ہے:

اخبار صادق فی مجلس الحُکم بلفظ الشهادۃ[3]

ترجمہ: عدالت میں لفظ شہادت کے ساتھ وہ سچی خبر بیان کرنا (جو مشاہدہ سے حاصل کی گئی ہے)

فتاویٰ عالمگیری میں "شہادت" کی تعریف کی وضاحت اس طرح کی گئی ہے۔

"فهو اخبار صدق لاثبات حق بلفظ الشهادۃ فی مجلس القضا"[4]

ترجمہ: مجلس قضا میں گواہی کے لفظ کے ساتھ حق ثابت کرنے کے واسطے سچی خبر دینے کو شہادت کہتے ہیں۔

ان تعریفات پر نظر ڈالنے کے بعد یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ شہادت عدالت میں حاضر ہو کر اس قطعی بیان دینے کو کہتے ہیں جو گواہ نے واضح طور پر خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہو۔

---

[1] ابن النجیم۔ بحر الرائق، ج ۷، (مصر) ص ۵۵۔

[2] المجالۃ الاحکام العدلیۃ، (کراچی)۔ ص ۳۷۹۔

[3] کتاب الشهادت من الهدایۃ (اردو ترجمہ)، ص ۱، لیک روڈ لاہور۔

[4] فتاویٰ عالمگیری، ج ۳ (کوئٹہ) ص ۴۵۰۔

وہ بیان محض سُنی سنائی بات پر مبنی نہ ہو۔

شہادت کی صورتیں:

۱۔ عدالت میں کسی گواہ کا حق ثابت کرنے کے لیے صحیح بیان دینے کو شہادت کہتے ہیں

۲۔ شہادت دینے والے شخص کو شاہد کہتے ہیں۔

۳۔ جس شخص کے حق میں شہادت دی جارہی ہو اس کو مشہود لہ کہتے ہیں۔

۴۔ جس شخص کے خلاف شہادت دی جائے اس کو مشہود علیہ کہتے ہیں۔

۵۔ شہادت کے ذریعہ جو امر یا چیز ثابت کرنی ہو اس کو مشہود بہ کہتے ہیں۔

شہادت کی اقسام:

۱۔ ماخذ کے لحاظ سے شہادت کی مندرجہ ذیل قسمیں ہیں:

(ا) شہادت بالعین۔

(ب) شہادت بالسماع۔

(ج) شہادت علی الشہادت

۲۔ ادائے شہادت کے نقطہ نظر سے شہادت کی اقسام یہ ہیں۔

(ا) تحریری و زبانی۔

(ب) بلاواسطہ و بالواسطہ۔

(ج) ابتدائی ثانوی۔

ا۔ شہادت بالعین:

جس واقعہ یا چیز کو آنکھوں سے دیکھا ہو اور پھر اس کی شہادت دی جائے اس کو شہادت بالعین کہتے ہیں۔ اسلام میں اس شہادت کو قطعی تسلیم کیا گیا ہے [1]

---

[1] الہدایۃ، ۳: ص ۱۵۹۔

ب ۔ شہادت بالسماع :

ایسی شہادت جو سن کر دی جائے ۔ شہادت بالسماع کہلاتی ہے مثلاً کسی آواز یا چیخ کے بارے میں کوئی بیان دیا جائے[1]

ج ۔ شہادت علی الشہادت :

جب کوئی عینی گواہ کسی معذوری کی وجہ سے حاضر نہ ہو سکے تو اس کی جگہ دوسرا شخص آکر شہادت دے سکتا ہے اسے شہادت علی الشہادت کہتے ہیں[2]

۲ ا ۔ تحریری و زبانی شہادت :

تحریری شہادت ، زبانی شہادت سے زیادہ اہمیت رکھتی ہے ۔ اگر کسی امر کے بارے میں تحریری شہادت موجود ہو تو اس کی جگہ زبانی شہادت قبول نہیں کی جائے گی[3]

ب ۔ بلا واسطہ یا بالواسطہ :

شہادت بالعین اور کسی تنازع امر میں ابتدائی دستاویز جیسی شہادتیں بلا واسطہ شہادتیں ہیں ۔ بالواسطہ شہادت میں سنی سنائی شہادت اور قرائن سے حاصل شدہ نتائج شامل ہیں[4]

ج ۔ ابتدائی و ثانوی شہادت :

شہادت بالعین اور ابتدائی دستاویز کو ابتدائی دستاویز کی نقول اور سنی سنائی شہادت کو ثانوی شہادت کہتے ہیں[5]

شہادت کی بنیادی شرائط

شہادت کی بنیادی شرائط ذیل میں درج ہیں :

---

[1] الہدایۃ ، ۳ : ص ۱۶۰

[2] درمختار ، ج ۲ : ص ۱۰۰ الطبع دہلی ۔

[3] الہدایۃ ، ج ۳ : ص ۱۵۸ ۔

[4] اسلامی قانون شہادت ، ص ۲۰

[5] ایضاً

۱ ۔ حقوق العباد کے مقدمات میں ضروری ہے کہ کوئی مدعی عدالت مجاز میں دعویٰ دائر کرے[1] حدود و قصاص کے مقدمات میں دعویٰ دائر کرنا ضروری نہیں ہوتا۔

۲ ۔ معتبر شہادت صرف وہی ہوگی جو قاضی کے سامنے عدالت میں دی جائے گی[2] پولیس گواہوں کو بلا کر بیان لے سکتی ہے لیکن اس بنا پر وہ کوئی سزا دینے کی مجاز نہیں۔

۳ ۔ شہادت دیتے وقت لفظ شہادت استعمال کرنا ضروری ہے[3]

۴ ۔ شہادت کے لیے ضروری ہے کہ واقعہ اپنی آنکھوں سے دیکھا ہو اور کانوں سے سنا ہو۔ سنی سنائی شہادت صرف چند امور میں قبول کی جا سکتی ہے مثلاً موت یا نکاح وغیرہ[4]

۵ ۔ جو شہادت حقیقت پر مبنی نہیں ہوگی قبول نہیں کی جائے گی[5] مثلاً کوئی شخص کسی کے مویشی گم ہونے کی شہادت دے اور وہ مالک کے پاس موجود ہوں یا کسی مکان کے منہدم ہو جانے کی شہادت دے اور مکان صحیح سالم موجود ہو۔

۶ ۔ اگر کسی امر کی بابت دس اشخاص ایک ہی بات بیان کریں اور کوئی شخص اس امر کے خلاف شہادت دے تو وہ مقبول نہیں ہوگی[6]

۷ ۔ مدعی اور مدعا علیہ کی طرف سے شہادت جب معتبر ہوگی جب وہ اپنے موقف سے موافقت رکھے گی[7]

---

[1] الہدایۃ، ج ۳ : ص ۱۵۵ (کراچی)، فتاویٰ عالمگیری، ۵ : ۲۵۶ ۔

[2] ایضاً

[3] الہدایۃ، فتاویٰ عالمگیری، ۵ : ۲۵۶، المجلۃ الاحکام العدلیۃ، ص ۳۴۲ ۔

[4] ایضاً ۔

[5] ایضاً ۔

[6] ایضاً ۔

[7] الہدایۃ، ج ۳ : ص ۱۶۵ ۔

۸ ۔ اگر کسی فریق کے گواہ کسی نقطہ پہ یا مختلف نقاط پہ باہم متحد نہ ہوں تو گواہی قبول نہ ہوگی[1]

۹ ۔ محض منفی شہادت مقبول نہیں ہوتی مثلاً کوئی شخص یہ بیان دے کہ فلاں شخص کسی کا مقروض نہیں[2]

۱۰ ۔ خیانت کرنے والا مرد خیانت کرنے والی عورت اور اپنے بھائی سے بغض وکینہ رکھنے والے کی گواہی قبول نہ ہوگی[3]

۱۱ ۔ ایک دوست کی شہادت دوسرے کے حق میں قبول ہوسکتی ہے جبکہ ایک دوست دوسرے دوست کی مملوکات میں بے جھجک تصرف نہ کرتا ہو[4]

۱۲ ۔ یہ بھی ضروری ہے کہ شاہد اور مشہود علیہ کے درمیان کوئی دشمنی نہ ہو[5]

۱۳ ۔ ایک ہی شخص کسی مقدمے میں مدعی اور اپنا گواہ خود نہیں ہوسکتا[6]

۱۴ ۔ کوئی شخص اپنے ہی فعل پر خود گواہی نہیں دے سکتا[7]

۱۵ ۔ گواہ کا عادل ہونا ضروری ہے[8]

۱۶ ۔ حدود وقصاص کے مقدمات میں جو شہادت دی جائے وہ کسی قسم کے شک وشبہ سے پاک ہونی چاہیے[9]

---

[1] الہدایۃ، ج ۳ : ص ۱۶۵ ۔

[2] المجلۃ ، ۳۴۲ ۔

[3] ابو داؤد ، سنن ، ج ۳ : ص

[4] المجلۃ ، ۳۴۳

[5] ایضاً

[6] ایضاً

[7] ایضاً

[8] المجلۃ ، ص ۳۴۴

[9] ابن قدامۃ، المغنی، ج ۱۰ (مصر ۔ ۱۳۴۸ ھ) ۔ ص ۴۳ ۔

۱۷ ۔ اسلامی فقہ میں اس بات کو بہت اہمیت حاصل ہے کہ واقعہ کو زیادہ مدت نہ گذری ہو اور واقعہ کی تفصیل گواہوں کے ذہن میں پوری طرح محفوظ ہو۔[1]

۱۸ ۔ مدعی کے ذمہ گواہ پیش کرنا اور مدعی علیہ اگر منکر ہو تو اس کے ذمہ حلف لینا ہے۔[2]

۱۹ ۔ کسی صاحب حیثیت شخص کے لیے ضروری نہیں کہ شہادت کی اجرت وصول کرے کیونکہ شہادت دینا فرض کفایہ ہے لیکن اگر گواہ صاحب حیثیت نہ ہو اور اس بات کا امکان ہو کہ اس کے اہل وعیال نفقے سے محروم ہو جائیں گے یا شہادت دینے کے لیے گواہ کو کہیں دور دراز کا سفر کر کے آنا پڑے تو ان صورتوں میں وہ اجرت وصول کر سکتا ہے۔[3]

۲۰ ۔ اگر شہادت دیتے وقت شاہد ہونے کی شرائط پوری نہ ہوں اور بعد میں وہ پوری ہو جائیں تو شہادت قابل قبول ہو گی۔[4]

۲۱ ۔ شہادت پر شہادت دینا جائز نہیں مثلاً اس صورت میں جبکہ ا نے سنا کہ ب ج کو اپنی گواہی پر گواہ بنا رہا ہے تو ا کے لیے جائز ہو گا کہ اصل شاہد یعنی ب پر گواہی دے۔[5]

۲۲ ۔ گواہ کے لیے کسی چیز کی گواہی دینا جائز نہیں جس کا اس نے معائنہ اور مشاہدہ نہ کیا ہو سوائے نسب، موت، دخول اور ولایت کے۔[6]

۲۳ ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیٹے کی شہادت والد کے حق میں قابل قبول

---

[1] عبدالمالک عرفانی، اسلامی قانون شہادت، (لاہور) ۔ ص ۴۴ ۔

[2] شمس الائمۃ السرخی، المبسوط، ج ۱۶ (مصر) ۔ ص ۱۱۱ ۔

[3] المغنی، ج ۱۲ : ص ۱۹ ۔

[4] الدر المختار، ج ۳ : ص ۲۷۰ ۔

[5] غازی احمد، الہدایۃ، (اردو ترجمہ) ۔ ص ۲۳، ۲۴ ۔

[6] الہدایۃ، ج ۳ : ص ۱۵۸ ۔

نہ ہوگی اور باپ کی بیٹے کے حق میں نہ عورت کی اپنے خاوند کے حق میں اور نہ خاوند کی اپنی زوجہ کے حق میں۔ غلام کی اپنے آقا کے حق میں اور آقا کی غلام کے حق میں نوکر یا مزدور کی اپنے مستاجر کے حق میں قبول نہ ہوگی[۱]

۲۴۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی خاندان کے ساتھ نان و نفقہ میں زندگی بسر کرنے والا ہے اس کی گواہی ان کے حق میں مقبول نہ ہوگی[۲]

شہادت کے بنیادی اصول

شہادت کے بنیادی اصول درج ذیل ہیں:

۱۔ گواہ کے لیے ضروری ہے کہ عدالت کے سامنے شہادت دے۔ جو شہادت عدالت کے باہر دی جائے گی وہ قبول نہیں ہوگی۔

لا تعتبر الشهادة التی تقع فی خارج مجلس المحکمة[۳]

ترجمہ: عدالت سے باہر جو شہادت دی جائے گی وہ معتبر نہیں ہوگی۔

۲۔ گواہ کو گواہی دیتے وقت لفظ شہادت ضرور استعمال کرنا چاہیے۔ اگر گواہ کہے کہ میں نے یہ دیکھا ہے یا میں یہ بیان کرتا ہوں تو یہ بیان شہادت نہیں کہلائے گا۔ جب تک کہ وہ یہ نہ کہے کہ میں گواہی دیتا ہوں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ گواہ بیان کرے اور گواہی یا شہادت کا لفظ استعمال نہ کرے لیکن حاکم کے دریافت کرنے پر کہ کیا تم اس واقعہ کی شہادت دیتے ہو اور گواہ کہے ہاں میں اس کی گواہی دیتا ہوں تو شہادت قبول ہو جائے گی[۴]

۳۔ گواہ کو چاہیے کہ عدالت میں شہادت دیتے وقت مشہود علیہ (اگر وہ عدالت میں حاضر ہے)

---

[۱] الہدایہ، ج ۳: ص ۱۶۰، ۱۶۱۔

[۲] الہدایہ، ج ۳: ص ۱۶۱

[۳] المجلۃ، ۳۷۹

[۴] فتاویٰ عالمگیری، ج ۳: ص ۴۵۰۔

تو اس کی طرف صرف اشارہ کر دے لیکن اگر شہادت کسی میت یا موکل کے بارے میں ہو تو گواہ کے لیے ان کے والد کا نام لینا ضروری ہے لیکن اگر وہ مشہور شخصیت ہے تو اس کا نام لینا ہی کافی ہوگا[۱]

۴ ۔ بیع و شراء کے عمل میں جس میں ایجاب و قبول کے الفاظ زبان سے ادا نہ کیے ہوں اس میں دوکاندار نے مشتری کو چیز دکھائی اور مشتری نے قیمت ادا کی۔ گواہ صرف یہی گواہی دیں گے[۲]

۵ ۔ کسی شخص کے دیوالیہ ہونے کی شہادت دیتے وقت ضروری ہے کہ پوری تفصیل بیان کریں[۳]

۶ ۔ جائیداد غیر منقولہ کے بارے میں شہادت دیتے وقت جائیداد کی حدود کا بیان کرنا ضروری ہے لیکن اگر کوئی یہ کہے کہ وقت ضرورت وہ جائیداد کا معائنہ کر واسکتا ہے تو بھی شہادت قبول ہو جائے گی[۴]

۷ ۔ مویشیوں کے متعلق شہادت دیتے وقت ان کی نوع اور صنف بتانا بھی ضروری ہے۔ مثلاً یہ بتائے کہ گھوڑا، گائے، بھینس، بکری وغیرہ میں سے کیا ہے اور ان میں کتنے نر ہیں اور کتنی مادائیں[۵]

۸ ۔ گواہ اگر مویشیوں کے رنگ ٹھیک سے نہ بتا سکیں ایک دفعہ ایک رنگ بتائیں اور دوسری بار دوسرا تو بھی شہادت قبول ہو جائے گی۔ رنگ کے اختلاف سے کوئی فرق نہیں پڑتا[۶] لیکن اگر مویشیوں کی عمر ٹھیک سے نہ بتا سکیں تو شہادت قبول نہیں ہوگی[۷]

---

[۱] المجلۃ، ۳۷۹ ۔
[۲] فتاویٰ عالمگیری، ج ۳: ص ۴۵۰ ۔
[۳] ایضاً ۔
[۴] المجلۃ، ص ۲۸۰ ۔
[۵] فتاویٰ عالمگیری، ج ۳: ص ۴۵۸ ۔
[۶] ایضاً ۔
[۷] مولانا متین ہاشمی، اسلام کا قانون شہادت، (لاہور) ص ۵۴ ۔

شہادت کی خصوصیات

شہادت کی خصوصیات مندرجہ ذیل ہیں :

۱ ۔ شہادت کے لیے ضروری ہے کہ گواہ کے بیان میں قطعیت ہو[۱] گواہ جو بھی بیان دے بالکل واضح ہو مثلاً زید کہے میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ عمر نے خالد کو قتل کیا ۔ اگر وہ یہ بیان دے کہ میں کچھ دور تھا مجھ کو گمان ہے کہ عمر نے خالد کو قتل کیا تو شہادت رد کر دی جائے گی ۔

۲ ۔ ہر شہادت کے لیے ضروری ہے کہ اس کے ساتھ کوئی دعویٰ ہو ۔

صرف مندرجہ ذیل صورتوں میں دعوی کے بغیر شہادت قبول کی جائے گی ۔

(ا) کسی جائیداد کے وقف کے بارے میں[۲]

(ب) عدالت میں شوہر کی موجودگی میں طلاق کے بارے میں[۳]

(ج) رمضان المبارک، عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے چاند کے بارے میں ۔

(د) حد قذف کے علاوہ دیگر حدود میں بھی شہادت بغیر دعویٰ کے قبول ہو جاتی ہے[۴]

۳ ۔ اگر گواہی کے کچھ حصے باطل ثابت ہو جائیں تو شہادت قبول نہیں ہو گی[۵]

۴ ۔ شہادت میں وہی دستاویز قبول ہو گی جو ہر قسم کی جعل سازی سے پاک ہو[۶]

۵ ۔ عینی شہادت قبول ہونی چاہیے لیکن اگر گواہ چھپ کر مجرم کے اقرار کو سن رہا تھا اور دیکھ بھی رہا تھا تو سماعی شہادت قبول ہو جائے گی[۷]

---

۱ الرملی خیر الدین، جامع الفصولین، ج ۱ (مصر ۱۳۰۰ھ) ۔ ص ۱۲۳ ۔

۲ ایضاً

۳ اتحاف الابصار والبصائر، (مصر) ۔ ص ۳۰۱ ۔

۴ الشیخ محمد ابو الفتح الحنفی اتحاف الابصار والبصائر، ص ۲۸۹ (مصر ۱۲۸۹ھ)

۵ المجلۃ، ۳۵۲ ۔

۶ بحر الرائق : ص ۷۰ ۔

۷ محمد امین الشہیر با بن عابدین رد المحتار، ج ۴ (مصر ۱۳۲۵ھ) ۔ ص ۹۰۴ ۔

۶ ۔ حدود و قصاص کے مقدمات میں شہادۃ قبول نہیں کی جاتی [1]

۷ ۔ یقینی خبر کو شہادت کہتے ہیں ۔ ظنی شہادت قابل قبول نہیں ہوتی لیکن اگر قطعی شہادت موجود نہ ہو تو حاکم کو ظنی شہادت کا جائزہ لینا پڑتا ہے [2]

۸ ۔ گواہ کا عادل ہونا ضروری ہے لیکن اگر عادل گواہ نہ ملے تو چند شرائط کے ساتھ غیر عادل کی گواہی قبول ہوگی ۔

(ا) اگر کسی عورت کے حق میں غیر عادل اشخاص گواہی دے رہے ہوں اور کوئی عادل گواہ موجود نہ ہو تو حاکم کو چاہیے کہ زیادہ سے زیادہ غیر عادل گواہوں سے شہادت لے کر مقدمہ کا فیصلہ کرے ۔

(ب) اگر حاکم کو گمان ہو کہ غیر عادل گواہ صحیح شہادت دے رہا ہے تو اسے اختیار ہے کہ اس کو قبول کرے ۔

(ج) اگر کسی بستی میں بہت سے اشخاص فاسق ہوں تو بعض کی گواہی بعض کے حق میں یا بعض کے خلاف قبول کی جائے گی ۔

۹ ۔ اگر شہادت میں گواہوں کے بیان میں اختلاف پایا جائے تو شہادت باطل ہو جائے گی [3]

۱۰ ۔ یہ بھی ضروری ہے کہ شہادت دعویٰ کے مطابق ہو ورنہ ناقابل قبول ہوگی [4]

۱۱ ۔ اگر شہادت کے لیے مسلمان گواہ نہ مل رہا ہو تو غیر مسلم کی شہادت قبول کی جائے گی مثلاً سنن ابو داؤد میں ہے کہ دقوقا میں ایک مسلمان مرنے لگا تو اس کو مسلمان نہ ملا ۔ پھر اس نے دو اہل کتاب کو وصیت کر دی ۔ کوفے میں آ کر ان دونوں نے ابو موسیٰ کے سامنے اسکی گواہی دی [5]

---

[1] محمد امین الشہیر، رد المحتار، ج ۴ (مصر ۱۳۲۵ھ)۔ ص ۴۰۹

[2] اسلام کا قانون شہادت، ص ۸۰ ۔

[3] الہدایۃ، ج ۳ : ص ۱۶۵ ۔

[4] ایضاً

[5] ابو داؤد، سنن، ج ۳ : ص ۳۰۷ ۔

۱۲ ۔ اگر کسی چیز کے دو دعویٰ دار ہوں تو اس دعویٰ کو ترجیح دی جائے گی جسے تقدم حاصل ہے۔[۱]

۱۳ ۔ اگر حاکم نے کسی گواہ کی شہادت پر فیصلہ صادر کر دیا ہو اور بعد میں معلوم ہو کہ گواہ جھوٹا تھا تو شہادت باطل قرار دی جائے گی۔[۲]

گواہ کی تعریف

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گواہ کی تعریف میں فرماتے ہیں :

قال رسول صلی اللہ علیہ وسلم الا اُخبرکم بخیر الشھداء "الذی یأتی بشھادۃ قبل ان یسئلھا"[۳]

ترجمہ : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "سب سے بہتر گواہ وہ ہے جو پوچھنے سے قبل ہی گواہی دے۔

امام مالک نے ارشاد کیا :

" الذی یخبر بشھادتہ ولا یعلم بھا الذی ھی لہ[۴]

ترجمہ : بہترین گواہ وہ ہے جو اپنی گواہی ظاہر کر دے اور اس کو یہ معلوم نہ ہو کہ گواہی کس کو فائدہ دے گی۔

عمدۃ القاری[۵] میں ہے :

الشاھد ایضاً یحضر مجلس القاضی ومجلس الواقعۃ ومعناھا شرعا اخبار عن مشاھدۃ وعیان لا عن تخمین وحسبان۔

---

[۱] اسلام کا قانون شہادت ، ص ۱۰۷ ۔

[۲] المغنی ، ج ۱۲ : ص ۱۵۴

[۳] ابو داؤد ، سنن ، ج ۳ : ص ۳۰۵ ، امام مالک ، الموطا کتاب الاقضیہ ، ج ۲ (بیروت) ص ۲۰ ،

[۴] ابو داؤد ، سنن ، ج ۳ : ص ۳۰۵ ۔

[۵] الشیخ بدر الدین ابی محمود بن احمد العینی ، عمدۃ القاری ، شرح صحیح البخاری ج ۱۳ (بیروت) ۔ ص ۱۹۱

شاہد (قانونی گواہ) وہ شخص ہے جو کسی واقعہ کو دیکھنے کے بعد عدالت میں یا ان لوگوں کے سامنے جو عدالت کی طرف سے مجاز ہوں حاضر ہو کر سچا بیان دیں ۔

Encyclopedia of American

"Witness in law a person called upon to give relevant testimony under oath as in a court of justice with respect to someting he has seen, heard or otherwise observed".

V.29 P.86

ان تعریفات کو پڑھنے کے بعد یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ بہترین گواہ وہ ہے جو کسی کے کہنے سے پہلے عدالت میں آکر گواہی دے اور اسے کسی قسم کا کوئی لالچ نہ ہو۔ گواہ کے لیے ضروری ہے کہ جو واقعہ اس نے اپنی آنکھ سے دیکھا ہو اس کو عدالت میں حاضر ہو کر قاضی کے سامنے بیان کرے محض سنی سنائی بات یا قیاس پر کوئی بیان نہ دے ۔

گواہ وہ شخص ہے کہ جو عدالت میں حلف اٹھا کر ان حقائق پر مبنی بیان دے جو اس نے اپنی آنکھ سے دیکھے یا کسی طریقہ سے ان کا مشاہدہ کیا یا کسی ایسے بیان کی گواہی دے جو اس نے خود اپنے کان سے سنا ہو ۔

گواہوں کی تعداد :

ا۔ اثبات حقوق کے لئے :

حقوق کے ثبوت کے لیے دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت کافی ہوگی[۱]

حقوق سے مراد معاشرتی معاملات اور اموال کے حقوق ہیں ۔

ب۔ تعزیر کے معاملے میں :

تعزیر سے مراد ایسا جرم ہے جو حدود و قصاص کی تعریفات میں نہ آیا ہو ۔ تعزیر کے

---

[۱] ۲ : البقرہ : ۲۸۲ ، ۵ : المائدہ : ۱۰۶ ، الہدایۃ ، ج ۳ : ص ۱۵۳ کراچی ۔

معاملے میں دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت قبول کی جاتی ہے[1]

ج ۔ حدود وقصاص میں :

ا ۔ زنا کے سوا دیگر حدود و قصاص کے معاملات میں دو گواہ ضروری ہیں[2]

۲ ۔ زنا کے لیے چار گواہوں کی شہادت قبول ہوگی[3] گواہ مرد ہونے چاہئیں ۔

ا ۔ زنا کے سوا دیگر حدود چوری ، ڈاکہ ، شراب نوشی اور قتل کی صورت میں قصاص ہوتا ہے۔ حدود کے معاملات میں جرم ثابت کرنے کے لیے دو گواہوں کی شہادت ضروری ہے ۔

۲ ۔ زنا سے مراد ایسی صورت ہے جب کسی مرد یا عورت پر زنا کا الزام ہو ۔ زنا اور قذف دونوں کے ثبوت کے لیے چار گواہ ضروری ہیں اگر چار گواہوں کی شہادت نہ ملے تو جرم ثابت نہیں ہوگا ۔

د ۔ غیر مسلم کی شہادت :

اگر کسی معاملہ میں کسی مسلمان کی شہادت نہ ملے تو غیر مسلم کی شہادت بھی لی جا سکتی ہے[4]

۴ ۔ صرف مرد کی شہادت :

ایسے امور میں جن میں عموماً مرد مطلع ہوتے ہیں صرف مردوں کی شہادت قبول ہوگی[5]

س ۔ صرف عورت کی شہادت :

ان امور میں جن ہیں عموماً مرد مطلع نہیں ہوتے اور عموماً عورتیں ہی مطلع ہوتی ہیں ایک عورت کی شہادت کافی ہوگی[6] مثلاً رضاعت ، بکارت وغیرہ ۔

---

[1] ۲ : البقرہ : ۲۸۲ ، ۵ : المائدہ : ۱۰۶ ، الہدایۃ ، ج ۳ ، ص ۱۵۳ کراچی

[2] ایضاً ،، ،،

[3] ۴ : النساء : ۱۵ ، ۲۴ : النور : ۶ ، الہدایہ ، ج ۳ ، ص ۱۵۳ کراچی

[4] ۵ : المائدہ : ۱۰۶ ۔

[5] محمد علاؤ الدین : درمختار ، ج ۳ (لکھنؤ) ۔ ص ۳۷۶ ۔

[6] الہدایۃ ، کتاب الشہادت ، ج ۳ ، ص ۱۵۴ ۔

اسلام میں عورت کی گواہی کا مقام

اسلام ایک ایسا حکیمانہ اور عادلانہ نظام ہے جس میں بلا امتیاز تمام طبقات کے بنیادی حقوق کا تحفظ موجود ہے۔ عورت ہو یا مرد، بچہ ہو یا بڑا جوان ہو یا عمر رسیدہ، جاندار ہو یا بے جان اسلام نے ہر ایک کی حیثیت کو متعین کیا ہے قرآن و سنت نے عورت کو وہ مقام دیا جو اسلام کے ظہور سے قبل اس کو حاصل تھا ہر معاشرہ میں لڑکیوں کی پیدائش کو برا سمجھا جاتا۔ عرب کے لوگ تو بیٹیوں کو پیدا ہوتے ہی زندہ دفن کر دیتے۔ یہودی قانون میں بھائی کی بیوی خاوند کے مرنے کے بعد دوسرے بھائی کا حق سمجھی جاتی۔ ہندو قانون میں بیوی کو خاوند کے مرنے کے بعد زندہ رہنے کا حق نہیں تھا اس کو ستی ہونا پڑتا تھا۔ عیسائی قانون عورت کو ایک ناگزیر برائی تسلیم کرتا ہے۔ لیکن اس کے برعکس اسلام نے عورت کو بہت عزت و احترام دیا۔ جہاں یہودی قانون میں عورت کی گواہی کو قطعاً ناقابل اعتبار قرار دیا گیا ہے وہاں اسلام نے عورت کی گواہی کا حق تسلیم کیا ہے۔ فرانس کے کوڈ نپولین میں بھی عورت کی شہادت کو ناقابل اعتبار قرار دیا گیا ہے پھر انیسویں صدی کے اواخر میں اس میں ترمیم کی گئی ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

للرجال نصيبٌ مِمّا اكتسبوا وللنساء نصيبٌ مِمّا اكتسبن[1]

ترجمہ: مردوں کو حصہ ہے اپنی کمائی سے اور عورتوں کے لیے حصہ ہے اپنی کمائی سے۔

اس آیت کو نازل کر کے اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے لیے حصہ مقرر کر دیا اور ان کے ساتھ بہترین حسن و سلوک کے لیے فرمایا:

عاشروهنّ بالمعروف[2]

ترجمہ: اور گذران کرو عورتوں کے ساتھ اچھی طرح۔

---

[1] ۴: النساء: ۳۲۔

[2] ۴: النساء: ۱۹۔

اور فرمایا :

وَلَا تُضَآرُّوْهُنَّ[۱]

ترجمہ : اور ان کو تکلیف نہ دو ۔

اور اس سے زیادہ عورت کی عزت افزائی کیا ہو سکتی ہے ۔

هن لباس لكم وانتم لباس لهُنّ[۲]

ترجمہ : وہ تمہارا لباس ہیں اور تم ان کا لباس ہو ۔

لباس سے بڑھ کر انسان کے قریب اور کیا چیز ہو سکتی ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مرد عورت کا لباس ہے اور عورت مرد کا لباس ہے ۔ اسی لیے عورت کو گواہی کا بھی حق دیا لیکن کچھ وجوہات کی بنا پر حق و تعزیر کے معاملات میں ایک مرد کے مقابلے میں دو عورتوں کی گواہی رکھی گئی ہے[۳]

اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ شہادت دینا ایک بہت بڑی ذمہ داری ہے اور عورت کو اس ذمہ داری سے حتی الامکان دور رکھنے کی کوشش کی گئی ہے کیونکہ عورت پر بچوں کی پرورش اور تربیت کی اتنی بڑی ذمہ داری ڈالی گئی ہے کہ اگر اس پر اور بہت سی ذمہ داریاں ڈال دی جائیں تو وہ بچوں کی تربیت پر پوری توجہ صرف نہیں کر سکے گی اور بچوں کی صحیح تربیت نہ ہوئی تو اس سے نسلیں تباہ ہو جائیں گی ۔

دوسرے اس سے عورت کو زیادہ عزت اور سہولت دینا مقصود تھا ۔ اس کی مثال آپ کو اس واقعہ سے معلوم ہوگی ۔

فتح الباری میں ہے کہ امام شافعی کی والدہ ماجدہ نے گواہی دی ۔ جب وہ گواہی دے چکیں تو قاضی صاحب نے ان کی طرف دیکھا اور پھر دوسری عورت سے پوچھنے لگے تو امام شافعیؒ

---

[۱]

[۲] ۴۳ : الزخرف : ۱۸ .

[۳] ۲ : البقرہ : ۲۸۲ .

کی والدہ نے فرمایا آپ ایسا نہیں کر سکتے کیا

آپ نے قرآن شریف میں نہیں پڑھا :

" ان تضل احداھما فتذکر احداھما الاخری ۔

قاضی نے فرمایا بی بی یہ تو تمہاری عزت ہے اگر دو مرد گواہ ہوں اور ایک مرد گواہی دے تو دوسرا اس کے بیچ میں لقمہ دینا چاہے تو قاضی اس کو روک دے گا کہ اس کو یاد مت دلاؤ۔ اس کو اتنی اجازت بھی نہیں کہ اس کو یاد دلایا جائے ۔ دیکھو بیٹی تجھ پر اللہ نے کتنی مہربانی فرمائی ہے کہ تجھے قاضی کی عدالت میں بھی اجازت دی ہے کہ تم میں سے کسی کو نسیان ہوتا ہے تو دوسری اس کو بتا دے کہ نہیں بات اس طرح ہے[1]

بعض امور ایسے بھی ہوتے ہیں جن سے مرد مطلع نہیں ہو سکتے مثلاً عورتوں کے اعضاء، ان کے عیوب و محاسن ، رضاعت ، بکارت اس لیے ایسے معاملات صرف عورتوں کی شہادت قبول ہوگی ۔ مردوں کی شہادت ایسے معاملات میں لازم نہیں دی گئی صرف ایک عورت کی شہادت کو کافی قرار دیا گیا ہے[2]

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رضاعت کے معاملہ میں عقبہ بن حارث اور ان کی بیوی ام یحیٰی بنت ابی وہب کے درمیان صرف ایک لونڈی کی شہادت پر علیحدگی کروا دی تھی ۔ اس نے گواہی دی تھی ۔ کہ اس نے دونوں کو اپنا دودھ پلایا ہے[3]

البتہ ان امور میں جن میں مرد مطلع ہو سکتے ہیں دو عورتوں کے ساتھ ایک مرد کی شہادت ضروری قرار دی گئی ہے ۔ لیکن اگر فعل کسی ایسی جگہ واقع ہو جہاں صرف عورتیں ہوں ضرورت کے تحت صرف عورت کی شہادت قبول ہوگی خواہ وہ حدود و قصاص کا معاملہ ہی کیوں نہ ہو یا حقوق کا

---

[1] العسقلانی، فتح الباری ، ج ۵ (لاہور) ۔ص ۲۶۷ ۔

[2] الہدایہ ، ج ۳ : ص ۱۵۴ ۔

[3] ابو داؤد ، سنن ، ج ۳ : ص ۳۰۶ ، ۳۰۷ ۔

معاملہ ہو مثلاً پچھلے زمانہ میں صرف عورتیں حمام میں نہایا کرتی تھیں وہ نہا رہی ہوں اور وہاں قتل ہو جائے اور وہاں صرف عورتیں ہی موجود ہوں تو صرف عورت کی ہی گواہی لی جائے گی[۱] اس کے علاوہ اور بھی ایسی جگہیں ہو سکتی ہیں جہاں اکثر عورتیں ہی ہوتی ہیں ان کی گواہی معتبر سمجھی جاتی ہے مثلاً وصیت رجعت[۲]

عورت کی گواہی کو اتنا مقام دیا گیا ہے کہ قرض کے وثیقہ کی لکھائی کی صورت میں جہاں مردوں کی اکثریت ہوتی ہے وہاں بھی عورت کی گواہی رکھی گئی ہے[۳]

حدود و قصاص کی تمام صورتوں میں عام حالات میں عورتوں کی گواہی جائز نہیں لیکن احتیاط کے ساتھ عورت کی گواہی ضرورت اور سہولت کے لیے لی جا سکتی ہے۔ زنا کے سوا حدود و قصاص کے تمام معاملات میں دو مردوں یا ایک مرد یا دو عورتوں کی گواہی قبول ہوگی[۴]

زنا اور قذف دونوں کے الزام کو ثابت کرنے کے لیے چار گواہ ضروری ہیں۔ ان چار گواہوں کا مرد ہونا لازمی قرار دیا گیا ہے[۵] لیکن اگر صورت حال ایسی ہو کہ چار مرد گواہ نہ مل سکیں تو عورت کی گواہی پر بھی فیصلہ ہو سکتا ہے۔ حدیث میں ہے صبح کے وقت عورتیں اندھیرے ہی میں نماز کے لیے جاتی تھیں وہاں ایک عورت جا رہی تھی کہ ایک شخص نے اس کے ساتھ زیادتی کی۔ اب پیچھے سے کوئی اور شخص آ گیا تو اس نے اس سے کہا دیکھیے مجھ سے زیادتی ہوئی ہے اور وہ آدمی اس طرف بھاگ گیا ہے وہ بھی اس کو پکڑنے کے لیے بھاگا۔ اتنے میں اور نمازی بھی آ گئے تو عورت نے کہا اس طرف بھاگ گیا وہ ادھر دوڑے تو انھوں نے دوسرے آدمی کو پکڑ لیا۔ جب پکڑ کر لے آئے تو اس وقت اندھیرا تھا اور کچھ عورت ویسے ہی بدحواس تھی اس نے کہہ دیا

۱۔ الدر مختار، ج ۳ : ص ۲۹۲۔
۲۔ ابو عبد اللہ بن محمد ابوبکر، ابن القیم برقی، اعلام الموقعین (اردو ترجمہ) ج ۱ (دہلی، ۱۳۵۳ھ) ص ۹۴
۳۔ ایضاً۔
۴۔ الہدایۃ، ج ۳ : ص ۱۵۲۔
۵۔ ایضاً۔

کہ یہی آدمی ہے ۔ چونکہ قرائن بھی تھے اور صاف ظاہر تھا کہ یہ بات گھڑی نہیں رہی تھی تو اس ایک عورت کی گواہی پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آدمی کو رجم کرنے کا حکم دے دیا لیکن جب سنگساری کا حکم دیا گیا تو اصل مجرم نے اعتراف کر لیا پھر اس کو چھوڑ دیا گیا اور مجرم کو سنگسار کر دیا گیا لہ

ساری جزئیات پر نظر ڈالنے کے بعد یہ بات سامنے آتی ہے کہ عورتوں کی گواہی جو مردوں سے بعد رکھی گئی ہے اس سے عورتوں کی عزت و احترام مقصود تھا تاکہ عورتوں کو عدالتوں تک لے جانے کی حوصلہ شکنی ہو ۔ عدالت میں کیونکہ ہر قماش کے لوگ آئے ہوتے ہیں اس لیے یہ بہتر سمجھا گیا ہے کہ عورتوں پر غلط قسم کے لوگوں کی نظر نہ پڑے اور ان کے تقدس میں کمی نہ آجائے اسی لیے اگر کوئی پردہ دار خاتون ہو تو اس کی جگہ وکیل کو گواہی دینے کی اجازت دی گئی ہے ۔

حضرت عمرؓ کے زمانے میں ایک مرد نے لڑکی بن کر ایک انصاری کے گھر رہنا شروع کیا اور سوتے میں اس کی لڑکی پر قابو پا لیا ۔ لڑکی نے اس کو چھری سے قتل کر دیا اس واقعہ کی اطلاع حضرت عمرؓ کو پہنچی کہ اس لڑکی نے قتل کیا ہے تو وہ خود گئے اور اس لڑکی کو عدالت میں حاضری سے مستثنیٰ قرار دیا ۔ گھر جا کر اس کے باپ سے گفتگو کی کہ میں لڑکی سے علیحدگی میں گفتگو کرنا چاہتا ہوں آپؓ نے اس سے بات کی اور جب آپ کو معلوم ہو گیا کہ لڑکی بے قصور ہے اور قصوروار شخص وہ ہے جو قتل کیا گیا ہے تو آپ نے اسے کوئی سزا نہیں دی بلکہ دعا دی ٢ه

اسی طرح سنن النسائی میں ہے دو شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنا جھگڑا لائے۔ ایک نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان اللہ تعالیٰ کی کتاب کے مطابق فیصلہ کیجیے اور دوسرا شخص جو زیادہ سمجھ دار تھا اس نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اپنی گذارش پیش کرنے کی اجازت بخشیے میرا بیٹا اس شخص کے پاس نوکر تھا اور اس نے اس کی بیوی

لہ مسند احمد، ج ٦ : ص ٣٩٩ روایت ٢١٣٤ ، عون المعبود ، ج ١٢
ترمذی ، باب ٤ جاء فی المرأة اذا استکرہت علی الزنا باب نمبر ٢٢ روایت ١٤٥١

٢ه ازالہ الخفاء ج ٤ : ص ٢١٧ طبع نور محمد کراچی
مع اردو ترجمہ

سے زنا کیا ۔ لوگوں نے مجھے کہا کہ بیٹے کو پتھروں سے مار ڈالنا چاہیے ۔ میں نے سو بکریاں اور ایک لونڈی دے کر اپنے بیٹے کو چھڑایا ۔ پھر میں نے یہ مسئلہ اہل علم سے دریافت کیا تو انھوں نے بتایا کہ تمہارے بیٹے کو سو کوڑوں کی سزا ہونی تھی ۔ نیز ایک سال تک ملک بدر ہونا تھا اور اس کی بیوی کو پتھروں سے مار ڈالنا چاہیے تھا ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اس ذات اقدس کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے میں تمہارا فیصلہ اللہ کی کتاب کے مطابق کروں گا ۔ تمہاری بکریاں اور لونڈی تمہیں پھر واپس ملے گی اور اس کے بیٹے کو سو کوڑے مارے جائیں گے نیز ایک سال جلاوطن کر دیا جائے گا اور آپؐ نے انیس کو حکم فرمایا کہ وہ دوسرے شخص کی بیوی کے پاس جائیں اور اگر وہ زنا کا اقرار کرے تو اسے پتھروں سے مار ڈالے ۔ (آپؐ نے اس عورت کو عدالت میں نہیں بلایا) اس نے قرار کیا اور بعد ازاں اسے رجم کیا گیا[۱]

گواہ کی شرائط

گواہ ہونے کی شرائط یہ ہیں :

۱ ۔ گواہ کو عادل ہونا چاہیے ۔ اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ۔

وَاَشْهِدُوْا ذَوَىْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ وَاَقِيْمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ[۲]

ترجمہ : اپنے میں سے دو عادل شخصوں کو گواہ ٹھہراؤ اور گواہی ٹھیک ٹھیک اللہ کے واسطے دو ۔

۲ ۔ گواہ کے لیے عاقل ہونا ضروری ہے ۔ کسی پاگل یا مخبوط الحواس شخص کی شہادت قبول نہیں کی جائے گی[۳]

۳ ۔ گواہ کے لیے بالغ ہونا بھی ضروری ہے ۔ اگر بالغ ہونے میں ایک آدھ سال باقی ہو

---

۱ النسائی ، سنن ، ج ۴ حصہ ۸ ۔ شرح سیوطی (بیروت) ۔ ص ۲۴۰ ۔ ۲۴۲ ۔

۲ ۶۵ ؛ الطلاق : ۲

۳ دائرۃ المعارف ، ج ۱۰ : ص ۶۰۹ ، فتاوی عالمگیری ، ج ۳ : ص ۴۵۰ ۔

اور قاضی محسوس کرے کہ مناسب سمجھ بوجھ استعمال کر سکتا ہے تو اس کی شہادت قبول کی جا سکتی ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ شہادت دیتے وقت نابالغ ہو مگر بعد میں بالغ ہونے پر شہادت قبول کی جا سکتی ہے[1]

۴۔ گواہ کا بینا ہونا ضروری ہے نابینا کی شہادت قبول نہیں کی جائے گی[2] بینائی کی عدم موجودگی میں انسان حالات کو اچھی طرح نہیں دیکھ سکتا اور صرف آوازیں سننے سے پورا واقعہ سمجھ نہیں آسکتا اس لیے وہ صحیح نتائج اخذ نہیں کر سکتا لیکن اگر مجبوری ہو کہ کوئی بینا گواہ نہ مل رہا ہو تو نابینا کی شہادت قبول کی جائے گی۔

۵۔ گواہ کو گونگا نہیں ہونا چاہیے[3] گواہ کے لیے ضروری ہے کہ اس کو گفتگو کرنے پر قدرت حاصل ہو۔ گونگے کی شہادت عام حالات میں ناقابل قبول ہے۔

امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک گونگے کی شہادت قطعی قبول نہیں کی جا سکتی خواہ وہ ساری بات اشاروں میں سمجھا دے یا لکھ دے۔

امام مالک کے مطابق اگر وہ اشاروں میں سمجھا دے تو ٹھیک ہے۔

امام احمد گونگے کی اشاروں والی شہادت کو غیر معتبر سمجھتے ہیں لیکن اگر وہ تحریری طور پر گواہی دے تو ان کے نزدیک قابل قبول ہے[4]

۶۔ جس شخص پر حد قذف لگ چکی ہو اس کی گواہی قبول نہیں ہوگی چاہے وہ توبہ ہی کیوں نہ کرے۔ قرآن مجید میں ہے کہ ایسے شخص کی گواہی قبول نہ کی جائے گی[5]

۷۔ گواہ کو کامجلود نہیں ہونا چاہیے[6]

---

[1] فتاویٰ عالمگیری، ج ۳ : ص ۴۵۰

[2] ابن النجیم البحر الرائق ، ج ۷ ، (دار الکتب العربیہ) ص ۷۷ ، الہدایہ ، ج ۱۵۹ ، فتاویٰ عالمگیری، ج ۳ : ص ۴۵۰ ۔

[3] الدر المختار ، ج ۲ : ص ۲۹ ، فتاویٰ عالمگیری ، ج ۳ : ص ۴۶۴

[4] اسلام کا قانون شہادت ، ص ۱۳۱

[5] ۲۴ : النور : ۴ ، ۵ ، الہدایہ ، کتاب الشہادت ، ج ۲ : ص ۱۶۰ ، فتاویٰ عالمگیری ، ج ۳ : ص ۴۶۸ ۔

[6] حضرت شاہ ولی اللہ ، فقہ عمر ( ) اردو ترجمہ ۔ ص ۲۱۴

۸ ۔ گواہ کو کاذب نہیں ہونا چاہیے[1]

۹ ۔ مخنث کی شہادت معتبر نہیں کیونکہ یہ لوگ اکثر فاسق ہوتے ہیں البتہ جو مخنث فاسق نہ ہو اور شریعت کا پابند ہو اس کی شہادت قبول ہوگی[2]

۱۰ ۔ گانے ناچنے کا پیشہ کرنے والی عورتوں کی گواہی قبول نہیں ہوگی[3]

۱۱ ۔ پیشہ ور مغنی اور سازندے کی شہادت معتبر نہیں[4]

۱۲ ۔ مسخرے اور رقاص کی شہادت قبول نہیں ہوگی[5]

۱۳ ۔ بلا وجہ شرعی ہجو کہنے والے شاعر کی شہادت معتبر نہیں ہوسکتی[6]

۱۴ ۔ عادی شرابی کی شہادت قبول نہیں کی جائے گی[7]

۱۵ ۔ سودخور اور ایسے شخص کی شہادت قبول نہیں ہوگی جو شطرنج اور چوسر کھیلنے میں اتنا مصروف رہے کہ نماز کا خیال نہ رہے[8]

۱۶ ۔ ایسے شخص کی شہادت قبول نہیں ہوگی جو خود موجب حد افعال کا ارتکاب کرتا ہو[9]

۱۷ ۔ جس شخص کی ملزم سے دیرینہ عداوت ہو اس کی شہادت ملزم کے خلاف قبول نہیں ہوگی[10]

---

[1] حضرت شاہ ولی اللہ، فتاویٰ عالمگیری ، ج ۳ : ص ۴۶۶

[2] البحر الرائق ، ج ۷ : ص ۷۷ ، الہدایۃ ، ج ۳ : ص ۱۶۱ (کراچی)

[3] ایضاً

[4] ایضاً ، ج ۷ : ص ۸۶

[5] ایضاً ، ج ۷ : ص ۸۹

[6] ایضاً ، ج ۷ : ص ۹۰ ، فتاویٰ عالمگیری ، ج ۳ : ص ۴۶۸ ۔

[7] ایضاً ، ج ۷ : ص ۸۶ ، ایضاً ، ج ۳ : ص ۴۶۶ ۔

[8] ایضاً ، ج ۷ : ص ۹۰ ، ایضاً ، الہدایۃ ، ج ۳ : ص ۱۶۱ ۔

[9] ایضاً ، ج ۷ : ص ۸۹

[10] ایضاً ، ج ۷ : ص ۸۵ ، فتاویٰ عالمگیری ، ج ۳ : ص ۴۶۸ ۔

۱۸ - بلا عذر شرعی جمعہ و جماعت چھوڑنے والے کی شہادت معتبر نہیں [1]
۱۹ - ستر کھول کر حمام میں داخل ہونے والے کی شہادت معتبر نہیں [2]
۲۰ - صالحین کو برملا بُرا بھلا کہنے والے کی شہادت قبول نہیں ہوگی [3]
۲۱ - کفن فروش کی گواہی قبول نہیں ہوگی [4]
۲۲ - فسق و فجور کی محفلوں میں بیٹھنے والے شخص خواہ وہ ان حرکات کا ارتکاب نہ کرے اس کی گواہی قبول نہیں ہوگی [5]
۲۳ - جن کپڑوں پر تصویریں بنی ہوتی ہیں ان کو فروخت کرنے والا یا بننے والے کی گواہی معتبر نہیں ہوگی [6]
۲۴ - ظالم اور رشوت خور حاکموں کی شہادت قبول نہیں کی جائے گی [7]
۲۵ - پیشہ ور بھیک منگوں کی شہادت قبول نہیں ہوگی [8]
۲۶ - صحابہ کرام کو بُرا بھلا کہنے والے کی شہادت معتبر نہیں [9]
۲۷ - لہو ولعب کے طور پر متواتر شراب نوشی کرنے والے کی گواہی قبول نہیں ہوگی [10]

---

[1] البحر الرائق ، ج ۷ : ص ۸۹ ، فتاویٰ عالمگیری ، ج ۳ : ص ۴۶۸
[2] ایضاً ، ج ۷ : ص ۹۰ ، ایضاً ، ج ۳ : ص ۴۶۸ ، الہدایۃ ، ج ۳ : ص ۱۶۱
[3] ایضاً ، ج ۷ : ص ۹۲ ، الہدایۃ ، ج ۳ : ص ۱۶۲
[4] فتاویٰ عالمگیری ، ج ۳ : ص ۴۶۶
[5] ایضاً ، ج ۳ : ص ۴۶۸
[6] ایضاً
[7] ایضاً
[8] المغنی ، ج ۱۲ : ص ۴۹
[9] فتاویٰ عالمگیری ، ج ۳ : ص ۴۶۸ -
[10] ایضاً ، ج ۳ : ص ۴۶۷ ، الہدایۃ ، ج ۳ : ص ۱۶۱

۲۸ ۔ جو شخص پرندوں کو لہو ولعب کا ذریعہ بنائے ہوئے ہے اس کی شہادت قابل قبول نہیں[1]

۲۹ ۔ جو شخص مکروہ افعال (مثلاً راستہ میں پیشاب کرنا یا چلتے پھرتے کھانا) کا ارتکاب کرتا ہے اس کی شہادت معتبر نہیں[2]

شہادت کی اہمیت

صَلّٰی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وَسَلّم صلوۃ الصبح ، فَلَمّا انصرف قام قائما فقال عدلت شھادت الزور بالاشراك باللّٰہ ثلث مرات[3]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز پڑھی ۔ نماز سے فارغ ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے اور تین بار فرمایا کہ جھوٹی گواہی اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانے کے برابر ہے ۔

اس حدیث سے خدا کے نزدیک شہادت کی اہمیت ظاہر ہوتی ہے کہ اگر شہادت جھوٹی دی جائے تو یہ خدا کا شریک کرنے کے برابر ہے ۔ خدا کے برابر شریک کرنے والے کو کافر قرار دیا جاتا ہے اور کافر کی شہادت معتبر نہیں ہے ۔ مزید گواہی کے لیے کہا جاتا ہے کہ گواہی انسان کے پاس اللہ کی امانت ہے اور امانت میں خیانت کرنا کتنا بڑا گناہ ہے لہذا ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ جو کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھے اس کو سچ سچ بیان کر دے ۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

ومن اظلم مِمّن کتم شھادۃ عندہ من اللّٰہ ط وما اللّٰہ

---

[1] الھدایۃ ، ج ۳ : ص ۱۶۱

[2] ایضاً ، ج ۳ : ص ۱۶۲ ، فتاویٰ عالمگیری ، ج ۳ : ص ۴۶۸

[3] ابو داؤد ، سنن ، ج ۳ : ص ۳۰۶

بغافل عمّا تعملون [1]

ترجمہ: اس شخص سے بڑھ کر کون ظالم ہو سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی گواہی کو جو اس کے پاس ہے چھپائے اور اللہ تعالیٰ اس عمل سے غافل نہیں ہے جو تم کر رہے ہو۔

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَلَا تکتموا الشھادۃ وَمن یکتمھا فَاِنّہ اٰثِمٌ قَلْبُہٗ واللہ بِمَا تَعمَلُونَ عَلِیمٌ [2]

ترجمہ: اور شہادت کو نہ چھپاؤ اور جو شخص شہادت کو چھپاتا ہے اس کا دل گناہگار ہے اور اللہ تعالیٰ اس چیز سے بخوبی واقف ہے جو تم کرتے ہو۔

مزید فرماتے ہیں:

ولا یَابَ الشُّھَدَآءُ اِذا مَا دُعُوْا [3]

ترجمہ: اور جب گواہوں کو گواہی کے لیے طلب کیا جائے تو انہیں انکار نہیں کرنا چاہیے شہادت دیتے وقت ضروری ہے کہ عدل اختیار کرو اور بغیر کسی لالچ یا کسی دشمنی کے انصاف کے ساتھ گواہی دینی چاہیے۔ گواہ کو کسی کی دشمنی اس بات پر نہ ابھارے کہ جا وہ حق سے ہٹ جائے۔

اسی لیے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

یَآاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا کونوا قَوّٰامِیْنَ لِلّٰہِ شھدآءَ بالقسط ولا یَجْرِمَنَّکُمْ شَنَاٰنُ قوم عَلٰی اَلَّا تَعْدِلُوا اِعدلُوا ھُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی وَاتَّقُوا اللہ اِنَّ اللہ خبیرٌ بما تَعْمَلُوْن [4]

---

[1] ۲: البقرہ: ۱۴۰

[2] ۲: البقرہ: ۲۸۲

[3] ۲: البقرہ: ۲۸۲

[4] ۵: المائدہ: ۸

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ کے واسطے انصاف کے ساتھ گواہی دینے میں مستعد رہو اور ایسا نہ ہو کہ لوگوں کی عداوت تم سے گواہی دینے میں بے انصافی کرائے۔ انصاف کرو کہ انصاف ہی پرہیزگاری تک پہنچنے کا قریب ترین راستہ ہے اور اللہ سے ڈرو کیونکہ وہ تمہارے اعمال کی خبر رکھتا ہے۔

سورہ النساء میں ہے:

یاایھا الذین اٰمنوا کونوا قوّامین بالقسط شھداء للّٰہ ولو علیٰ انفسکم اوالوالدین والاقربین ان یکن غنیا او فقیرا فاللّٰہ اولیٰ بھما قف فلا تتبعوا الھویٰ ان تعدلوا وان تلوا او تعرضوا فان اللّٰہ کان بما تعملون خبیرا[1]

ترجمہ: اے ایمان والو! انصاف پر قائم رہو اور اللہ سے ڈرتے ہوئے گواہی دو (یعنی سچی سچی بات بیان کردو) اگرچہ وہ گواہی خود تمہارے خلاف ہی کیوں نہ ہو یا تمہارے والدین یا عزیز و اقارب کے خلاف ہو۔ اگر کوئی مالدار یا مفلس ہے تو اللہ تعالیٰ ان کا تم سے زیادہ نگہبان ہے۔ تم انصاف کو چھوڑ کر اپنے نفس کی خواہش پر نہ چلو اور اگر تم گواہی میں پس و پیش کروگے (یعنی جان بوجھ کر کسی کو بچاؤگے) تو (یاد رکھو) اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں کی خبر رکھتا ہے۔

سورۃ طلاق میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

واقیموا الشھادۃ للّٰہ[2]

قرآن کریم میں ارشاد ہے:

فاجتنبوا الرجس من الاوثان واجتنبوا قول الزور[3]

---

[1] ۴: النساء: ۱۳۵

[2] ۶۵: الطلاق: ۲

[3] ۲۲: الحج: ۳۰

ترجمہ: پس بچتے رہو گندگی سے اور بچتے رہو جھوٹی بات سے۔
شہادت کی اہمیت اور اس کی حقیقت کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

قال سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الشھادہ قال تری الشمس؟ "قال نعم" قال علی مثلھا فاشھد [1]

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے شہادت کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپؐ نے پوچھا "کیا تم سورج کو دیکھ رہے ہو" سائل نے جواب دیا "جی ہاں تب آپ نے ارشاد فرمایا (اس طرح کسی واقعہ کو دیکھ لینا) تو شہادت دینا ہے۔

مندرجہ بالا آیات اور احادیث پر نظر ڈالنے سے شہادت کے متعلق مندرجہ نکات نکالے جا سکتے ہیں۔

۱۔ شہادت بالکل صحیح صحیح دینی چاہیے۔ جھوٹی شہادت دینا اللہ تعالیٰ کے برابر کسی کو شریک کرنے کے برابر ہے۔

۲۔ بندے کے پاس شہادت اللہ تعالیٰ کی طرف سے امانت ہے اور امانت میں خیانت کرنا گناہ ہے۔

۳۔ شہادت کو چھپانا گناہ ہے۔

۴۔ اگر کسی کو شہادت دینے کے لیے بلایا جائے تو اس کو انکار نہیں کرنا چاہیے۔

۵۔ شہادت بغیر کسی لالچ اور دشمنی کے دینی چاہیے۔

۶۔ شہادت دینے میں بے انصافی سے کام نہیں لینا چاہیے۔

۷۔ شہادت دیتے وقت پوری دیانت داری برتنی چاہیے خواہ وہ شہادت اپنے والدین، اقرباء یا کسی بہت عزیز شخص کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔

۸۔ جب تک واقعہ کو صحیح طریقہ سے اپنی آنکھوں سے نہ دیکھا ہو جیسے ہم سورج کو واضح طور پر روز دیکھتے ہیں شہادت نہیں دینی چاہیے۔

۹۔ واقعہ کو واضح طور پر بیان کرنا چاہیے تاکہ قاضی کو فیصلہ کرنے میں دشواری پیش نہ آئے۔

---

[1] المغنی، ج ۱۲: ص ۷۔